محمد اشرف چوہدری

لاہور کا شاہی قلعہ

لاہور کا شاہی قلعہ مغل طرزِ تعمیر کا بہترین شاہ کار ہے۔ تین صدیوں سے زائد عرصہ گزرنے کے باوجود اس کے جاہ و جلال اور شان و شوکت میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ مغل حکمرانوں کو تعمیرات سے بہت شغف تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مغلیہ دور میں بالعموم اور شاہ جہان کے عہد میں بالخصوص فن تعمیر اپنے عروج کو پہنچا۔ ان کی بنائی ہوئی عمارات میں قلعے، مساجد، مقبرے اور باغات شامل ہیں جو مغلیہ فن تعمیر کی عظمت کا آئینہ ہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں ان کا عہدِ حکومت دراصل اسلامی فنونِ لطیفہ کا سنہری دور تھا۔ قلعہ لاہور، قلعہ دہلی، قلعہ آگرہ، جامع مسجد دہلی، شاہی مسجد لاہور اور تاج محل آگرہ ایسی عظیم الشان عمارتیں مغل دور کی عمدہ ترین یادگاریں ہیں۔

فنِ تعمیر کو کسی قوم کے تہذیبی، ثقافتی اور سماجی مزاج کے مظہر کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ اگر آپ کو کسی قوم کی ثقافت کے متعلق پتا لگانا مقصود ہو تو اس قوم کی چھوڑی ہوئی عمارتوں پر نظر ڈالنی چاہیے۔ ان عمارتوں میں اس کی ثقافت کی اصل تصویر سامنے آجائے گی۔ ان کی اقتصادی اور معاشی حالت کا پتا چلے گا۔ مغل حکمران وسعتِ سلطنت کے دلدادہ تھے۔ اس لیے وہ ملک کی حفاظت اور انتظام کے لیے قلعے تعمیر کراتے اور ان میں مسلح افواج رکھتے تھے۔

قلعہ لاہور مغل بادشاہ شاہ جہان کی یاد کو تازہ کرتا ہے۔ اس کے عہدِ حکومت میں فنِ تعمیر اپنے انتہائی عروج کو پہنچا۔ یہ قلعہ شیش محل، دیوان عام، دیوان خاص اور دیگر عمارات پر مشتمل ہے۔ اس قلعے کی تاریخ بہت پرانی ہے۔

اینٹوں، پتھروں اور چونے سے تعمیر شدہ قلعے کی موجودہ عمارت جو آج ہماری نظروں کے سامنے ہے، مغلوں سے پہلے ایسی نہ تھی۔ اس وقت یہ قلعہ مٹی اور کچی اینٹوں کا بنا ہوا تھا۔ یہ ایک ٹیلے پر واقع تھا۔ اس نے زمانے کے بہت سے نشیب و فراز دیکھے۔ محکمہ آثارِ قدیمہ نے ۱۹۵۹ء میں قلعے کے اندر کھدوائی کروائی۔ کھدوائی کے دوران جو آثار ظاہر ہوئے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لاہور بہت

قدیم شہر ہے اور قلعۂ لاہور کی تاریخ بڑی پرانی ہے۔ مزید یہ کہ لاہور قدیم تہذیب کا مدفن ہے اور محمود غزنوی کے عہد سے پہلے قلعۂ لاہور موجود تھا[۵۱]

قلعہ لاہور کی تاریخ تعمیر کا تعین کرنے سے پیشتر ضروری ہے کہ لاہور کی تاریخ کا مختصر سا تعارف کروا دیا جائے۔ اس سے قلعے کی تاریخ معلوم کرنے میں مدد ملے گی۔ راجہ رام چندر کے دو لڑکے "لوہ" اور "قصو" تھے۔ لوہ کے نام پر "لاہور" اور قصو کے نام پر "قصور" شہر آباد ہوئے۔ اس وقت لاہور ملتان کے زیر اثر تھا۔ اس میں بازار اور بت خانے تھے، ہندوؤں کی اکثریت تھی، مسلمان برائے نام بلکہ نہ ہونے کے برابر تھے۔ اسی بنا پر ہندو رسم و رواج زوروں پر تھے[۵۲]

سلطان محمود غزنوی نے برصغیر پاک و ہند پر سترہ حملے کیے اور متعدد فتوحات حاصل کیں۔ ان فتوحات میں لاہور کا ذکر بھی ہے۔ آخری حملہ ۳۹۵ھ یعنی ۱۰۰۴ء میں ہوا۔ محمود غزنوی نے لاہور پر ۴۱۳ھ میں قبضہ کیا تھا اور یہاں قلعے اور قصر تعمیر کروائے[۵۳] سلطان محمود غزنوی نے لاہور کو فتح کرنے کے بعد اس کو از سر نو آباد کیا اور فتح کی یاد میں ایک طلائی سکہ بھی جاری کیا۔ اس سکے کے ایک طرف سنسکرت عبارت تھی اور دوسری جانب عربی عبارت میں اس کے نام کی مناسبت سے شہر کا نام محمود پور کندہ تھا۔ یہ طلائی سکہ ۱۹۵۹ء میں قلعۂ لاہور کے گرد و پیش کی کھدائی سے دستیاب ہوا[۵۴] محمود غزنوی کا آباد کردہ لاہور شہر "محمود پورہ" قدیم لاہور سے مختلف تھا اور وہی چار دیواری والا شہر لاہور تھا جس کا قلعہ آج بھی شمال مغرب کی طرف واقع ہے۔ شالامار کے قریب گاؤں محمود بوٹی سے متعلق یہ روایت درست معلوم نہیں ہوتی کہ یہ گاؤں غزنوی کا آباد کردہ شہر "محمود پورہ" ہے۔ نیز کسی بھی مورخ نے اس روایت کی تصدیق نہیں کی ہے[۵۵]

مغل حکمرانوں کے نزدیک قلعوں کی تعمیر میں ہمیشہ دو مقاصد کارفرما تھے۔ ایک تو یہ قلعے امیر سلطنت

---

۵۱ نقوش، لاہور نمبر، ص ۶۳۷ ۵۲ ایضاً

۵۳ تاریخ شہر لاہور، کرنل بھولا ناتھ، لاہور، ص ۱۹

۵۴ نقوش، لاہور نمبر، ص ۶۳۷

۵۵ جنرل ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان، شمارہ اکتوبر ۱۹۷۰ء، ص ۶۰

کی رہائش گاہ بنتے اور دوسرے افواج کی قیام گاہ کے ساتھ شہر کو بیرونی حملہ آوروں سے بچاؤ کے لیے استعمال ہوتے تھے۔ قلعۂ لاہور کی تعمیر میں بھی یہی مقصد پیش نظر تھا۔

درج بالا بحث سے ہم اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں کہ موجودہ قلعہ لاہور سے پہلے اگر کوئی قلعہ تھا، جس کے آثار اب نا پید ہیں تو وہ اسی جگہ پر واقع تھا جہاں موجودہ قلعہ واقع ہے۔ مورخین اس امر پر بھی متفق ہیں کہ مختلف ادوار میں لاہور میں تعمیر ہونے والے تمام قلعے لاہور کے شاہی قلعے سے متصل تھے اور شمال جنوب میں واقع تھے۔ یہ قلعے بیرونی حملہ آوروں سے مدافعت کا باعث تھے[۵۶] علاوہ ازیں دریائے راوی موجودہ قلعہ لاہور کے ساتھ بہتا تھا، جس کو اب بڈھا دریا کہتے ہیں۔ البیرونی سے لے کر ابو الفضل تک جن مؤرخین نے قلعہ لاہور کا ذکر کیا ہے، ان کی نظر میں مختلف قلعے ہوں گے جو مختلف زمانوں میں تعمیر ہوئے ہوں گے[۵۷]

قلعہ لاہور کی تاریخ تعمیر کا تعین کرنا نہ صرف مشکل ہے بلکہ ناممکن ہے۔ البتہ اس کی موجودگی سلاطین ہند کے عہد سے بہت پہلے تھی۔ سلطان معز الدین محمد بن سام نے ۱۱۸۰ء میں لاہور پر قبضہ کیا اور لاہور کی بجائے دہلی کو اپنا پایہ تخت قرار دیا۔ اس وقت قلعہ لاہور موجود تھا[۵۸] لاہور کی فتح کے بعد محمد بن سام عازم غزنی ہوا۔ راستے میں جہلم کے قریب ایک گاؤں دمیک میں ملاحدہ نے اسے شہید کر دیا تھا[۵۹] عہد سلاطین میں یہ قلعہ کچی اینٹوں سے بنا ہوا تھا۔ اکبر کے عہد میں پختہ اینٹوں سے تعمیر ہوا۔

محمد بن سام کی شہادت کے بعد قطب الدین ایبک کی حکومت کا زمانہ آیا۔ اس کی رسم تاج پوشی "قصر ہمایونی" میں ہوئی، اس وقت قلعہ لاہور موجود تھا اور اس میں شاہی محلات کی تعمیر ہو چکی تھی[۶۰] سلطان قطب الدین ایبک ۶۰۸ھ تک لاہور میں مقیم رہا اور چوگان کھیلتے ہوئے جاں بحق ہو گیا۔ اس کا مرقد انار کلی بازار سے ملحق ایک روڈ پر ہے۔ منگول حملہ آوروں نے ۱۲۴۱ء میں اس قلعے کو مسمار کر دیا اور لاہور کی اینٹ سے اینٹ بجا دی[۶۱] سلطان غیاث الدین بلبن نے ۶۶۶ھ (۱۲۶۷ء) میں پھر اسے

---

۵۶ نقوش: لاہور نمبر، ص ۶۳۸

۵۷ ایضاً

۵۸ تاریخ فرشتہ، ص ۴۴۰

۵۹ طبقات ناصری، ص ۴۷۴

۶۰ تاریخ فخر الدین مبارک شاہ، ص ۷۲

۶۱ نقوش: لاہور نمبر، ص ۶۳۸

بنایا۔ ۸۲۵ھ تک یہ قلعہ خام یعنی کچا قلعہ شمار ہوتا تھا۔[12]

خاندانِ سادات کے بعد لودھی حکمران برسرِاقتدار آئے۔ دولت خاں لودھی کے عہدِ حکومت میں بابر نے دریائے جہلم کو عبور کرکے ملا مرشد کو لودھی دربار میں بھیجا کہ یہ ملک اس کے حوالے کر دیا جائے۔ دولت خاں نے اُسے قلعۂ لاہور میں روک لیا۔ اس وقت بھی قلعۂ لاہور موجود تھا۔ حسبِ ضرورت اس میں کئی عمارتوں کا اضافہ بھی ہو چکا تھا۔ بعد میں دولت خاں نے لاہور مغلوں کے حوالے کر دیا۔ بابر نے لاہور پر متعدد حملے کیے اور آخر ۹۳۳ھ میں ہندوستان کو فتح کیا اور لاہور آیا۔ اس وقت قلعۂ لاہور میں سکندر لودھی کے بنائے محلات موجود تھے۔ بابر نے ضرورت کے تحت نئی عمارتیں بنوائیں اور محلات کو خود آراستہ کر کے ان میں سکونت اختیار کی۔

اکبر کے دور سے لے کر شاہ جہان تک قلعہ لاہور میں تعمیر کا سلسلہ جاری رہا۔ اندرونِ قلعہ حسب ضرورت عمارات کی توسیع ہوتی رہی اور نئی عمارات بنتی رہیں۔ یہ صورت سکھ دور اور انگریزی راج تک جاری رہی۔ اکبر کے عہد میں قلعے میں ایک سو چودہ کمرے تھے جن کے آگے نہایت اعلیٰ نفیس پردے تھے، جو نہایت خوب صورتی سے آراستہ کیے گئے تھے۔

حکیم علی گیلانی نے ۱۰۰۲ھ (۱۵۹۳ء) میں اکبر کی ہدایت پر لاہور کے قلعے میں ایک خوب صورت حوض تعمیر کرایا، جس کے نیچے ایک طرف سیڑھیاں اور راستہ تھا۔ اکبر بادشاہ نے صحن خانہ میں چبوترہ مسجد بھی تعمیر کی۔ قلعے میں اکبر کے عہد کی تعمیر کردہ عمارتیں بالکل ناپید ہیں۔ یہاں تک کہ ان عمارتوں کے کھنڈر تک بھی نہیں ملتے۔ اکبر کی وفات کے بعد جہانگیر تخت نشین ہوا۔ اس نے قلعہ لاہور میں اکثر قیام کیا، لیکن کوئی نئی عمارت نہیں بنوائی۔ صرف عمارت دولت خانہ کی تعمیر کا ذکر ملتا ہے۔ ۱۰۲۸ھ میں جہانگیر شاہ جہان کو ساتھ لے کر اس نئی تعمیر شدہ عمارات کو دیکھنے گیا۔ آج بھی جہانگیر کے اس دولت خانہ لاہور کی عمارت کی ڈیوڑھی موجود ہے۔ دولت خانہ کے ساتھ مسجد بنائی گئی۔ دولت خانہ کی تعمیر پر سات لاکھ روپے صرف ہوئے۔[13] شاہ جہانی دور میں قلعہ لاہور میں نئی عمارتوں کا بہت اضافہ ہوا۔ اس کے عہد کی درج ذیل

---

[12] تاریخ مبارک شاہی، ص ۱۹۷ - ۱۹۸

[13] نقوش، لاہور نمبر، ص ۶۴۰

عمارتیں قابلِ ذکر ہیں :

عمارت جھروکہ درشن : اکبر کے عہد سے مغل دربار میں جھروکہ درشن کا نظام رائج تھا۔ شاہ جہان کے عہد میں بصورت عمارت رونما ہوا اور اس میں مزید اختراع اور ترمیم ہوئی۔ معماروں اور کاریگروں کو حکم ہوا کہ جھروکے کی نئی عمارت مہیا کردہ نقشہ کے مطابق تعمیر کی جائے۔

شاہ برج : یہ عمارت آج شیش محل کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی تعمیر شاہ جہان کے حکم پر معمور خان کی نگرانی میں ۱۰۴۱ھ (۳۲ - ۱۶۳۱) میں ہوئی۔ شاہ جہانی دروازے کی تعمیر ۱۰۴۱ھ میں ہوئی تھی۔ یہ مستورات کی باپردہ رہائش گاہ تھی۔ اس میں تمام ضروری لوازمات موجود تھے۔

موتی مسجد : اس کی تعمیر ۱۶۴۵ء میں شاہ جہان کے حکم سے ہوئی۔

شاہی حمام و دیگر عمارتیں : شاہی حمام شاہ جہان کے عہد میں ۱۰۴۳ھ میں تعمیر ہوا۔ یہ خواب گاہ کے متصل ہے۔ اب یہ عمارت شکستہ ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ غسل خانہ جسے خلوت خانہ کہہ کر پکارا جاتا ہے، بھی تعمیر کروایا۔ لال برج ۱۶۳۱ میں مکمل ہوا۔ کالا برج کی تعمیر ۱۶۱۷ء سے ۱۶۳۱ء رفتہ رفتہ عمل میں آئی۔ یہ برج بھی لال برج سے مشابہت رکھتا ہے۔ یہ خلوت خانہ کے شمال مغرب کی جانب واقع ہے۔[۵۱۴]

انگریزی راج اور سکھوں کے دور میں قلعہ کی اندرونی عمارتوں میں ردوبدل ہوا۔ بہت سی عمارتوں کو گرا دیا گیا۔ کنہیا لال تاریخ لاہور میں لکھتے ہیں :

"... سرکار انگریزی نے بے شمار شاہی عمارتیں جو قلعہ کے اندر تھیں، گرا کر ان کے رہنے کے لیے بارکیں بنالی ہیں، تخت شاہی و دالان محاذ تخت و خوابگاہ کلاں و خرد مکانات مثمن برج وغیرہ چند مکانات باقی ہیں۔ ایک سنگِ مرمر کی زنانہ مسجد جو اس قلعے میں گنبد دار بنی ہوئی موجود ہے، اس کو موتی مسجد کہتے ہیں۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اس کا نام بدل کر موتی مندر رکھ دیا تھا اور سلطنت کا خزانہ بھی اسی مسجد میں رکھا جاتا تھا۔ مثمن برج کے مکان کے نیچے بڑا وسیع سرد خانہ ہے جہاں ذخیرہ سرکاری شراب کا بڑے بڑے پیپوں میں بھرا رہتا ہے ..."[۵۱۵]

(باقی صفحہ ۶۳ پر)

---

۵۱۴ نقوش لاہور نمبر، ص ۶۴۳ - ۶۴۴

۵۱۵ کنہیا لال : تاریخ لاہور۔ ص ۳۴۶ - ۳۴۷